Scanned by CamScanner

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

۱۸؍جنوری ۱۹۱۷ء مقام: مصر کا ساحلی شہر جیزہ۔ ملٹری کیمپ کے ایک چھوٹے سے بند کمرے میں ایک کرسی پر حضرت مولانا محمود حسن صاحب۔ رحمۃ اللہ علیہ کو بٹھایا گیا۔ سامنے تین انگریز افسران برطانوی حکومت کے بیٹھے ہوئے ہیں جن میں دو بخوبی اُردو بولتے ہیں۔ جزیرہ مالٹا کے جیل خانہ میں بھجوانے سے پہلے حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے تفتیش کی جارہی ہے۔ مختلف قسم کے سوال پوچھے جارہے ہیں جس میں کئی گھنٹے لگے۔ حضرتؒ نے نہایت روکھے انداز میں لاپرواہی کے ساتھ مختصر جوابات دیئے۔

سوال: کیا آپ مولوی عبیداللہ کو جانتے ہیں۔ جواب: ہاں

سوال: ریشمی خط کی کیا حقیقت ہے۔ جواب: مجھ کو کچھ علم نہیں نہ میں نے دیکھا ہے

سوال: وہ لکھتا ہے کہ آپ اس کی سیاسی سازش میں برطانیہ کے خلاف اس کے شریک ہیں اور آپ فوجی کمانڈر ہیں۔

جواب: وہ اگر لکھتا ہے تو اپنے لکھنے کا وہ ذمہ دار ہوگا بھلا میں اور فوجی کمانڈری؟ میری جسمانی حالت دیکھئے اور عمر کا اندازہ لگائیے۔ میں نے تمام عمر مدرسہ کی مدرسی میں گذاری۔ مجھ کو فنونِ حربیہ اور فوج کی کمان سے کیا مناسبت؟

سوال: اس نے دیوبند میں جمعیۃ الانصار کیوں قائم کی تھی؟

جواب: محض مدرسہ کے مفاد کے لئے

سوال: پھر کیوں علیحدہ کیا گیا؟ جواب: آپسی اختلاف کی وجہ سے

سوال: کیا اس کا مقصد اس جمعیۃ سے کوئی سیاسی امر نہ تھا؟ جواب: نہیں

سوال: غالب نامہ کی کیا حقیقت ہے؟ جواب: غالب نامہ کیسا؟

سوال: غالب پاشاہ گورنر حجاز کا خط جس کو محمد میاں لے کر حجاز سے گیا ہے اور آپ نے غالب پاشاہ سے اس کو حاصل کیا ہے۔

جواب: مولوی محمد میاں کو میں جانتا ہوں۔ وہ میرا رفیق سفر تھا، مدینہ منورہ سے مجھ سے جدا ہوا ہے وہاں سے لوٹنے کے بعد اس کو جدہ اور مکہ میں تقریباً ایک ماہ ٹھہرنا پڑا تھا۔ غالب پاشاہ کا خط کہاں ہے جس کو آپ میری طرف منسوب کرتے ہیں؟

سوال: مولوی محمد میاں کے پاس ہے؟ جواب: مولوی محمد میاں کہاں ہے

سوال: وہ بھاگ کر حدود افغانستان میں چلا گیا

مولانا: پھر آپ کو خط کا پتہ کیوں کر چلا؟

افسر: لوگوں نے دیکھا

مولانا: آپ فرمائیں، غالب پاشاہ گورنر حجاز اور میں ایک معمولی آدمی۔ میرا وہاں تک کہاں گذر ہوسکتا ہے؟ پھر میں ناواقف شخص نہ زبان ترکی جانوں، نہ ترکی حکام سے پہلے

سے کوئی ربط وضبط تھا۔ حج سے چند دن پہلے مکہ معظمہ پہنچا۔ آپ ہمارے دیکھنے میں منتقل ہو گیا۔ غالب پاشا وطائف میں رہتا تھا میں یہاں تک کہ حج سے پہلے ملاقات تھی نہ حج کے بعد یہ معقول بات کسی نے یوں ہی اڑا دی ہے۔

افسر: ہمارے ان کاغذات میں لکھا ہے کہ آپ سلطان ترکی، ایران اور افغانستان میں اتحاد کرانا چاہتے ہیں اور پھر ایک اجتماعی حملہ ہندوستان پر کرا کے ہندوستان میں اسلامی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں اور انگریزوں کو ہندوستان سے نکالنا چاہتے ہیں۔

مولانا: میں تعجب کرتا ہوں آپ کو بھی حکومت کرتے ہوئے اتنے دن گزر چکے ہیں۔ کیا آپ گمان کر سکتے ہیں کہ میرے جیسے گمنام شخص کی آواز بادشاہوں تک پہنچ سکتی ہے۔ اور کیا ان کی سالہا سال کی عداوتیں میرا جیسا شخص زائل کر سکتا ہے۔ اور کیا ان میں ایسی قوت ہے کہ ہندوستان کی حدود میں اتفاقاً بھی پہنچ سکیں اور اگر پہنچ بھی جائیں تو بھی کیا آپ سے جنگ کرنے کی ان میں طاقت ہوگی۔

افسر: فرماتے تو آپ حق ہیں۔ لیکن ان کاغذات میں ایسا ہی لکھا ہے۔ مولانا اس سے آپ خود سمجھ سکتے ہیں کہ یہ باتیں کس درجہ پایہ اعتبار کی ہیں۔

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے برطانوی خفیہ ایجنسی کے اعلیٰ افسران کی اس تفتیش اور سوال وجواب کو خوب غور سے پڑھنے پر نہایت یقینی طریقے سے ریشمی رومال تحریک کے خدوخال کو سمجھنا بہت آسان ہے۔ حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب سفرنامہ اسیر مالٹا سے یہ تحریر نقل کی گئی ہے جو اس وقت مالٹا کی قید وبند کے زمانہ میں حضرت کے رفقاء میں شریک تھے۔ ان حضرات کا تحریک سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ سب حضرت کے تلامذہ اور ہمسفر خدام تھے۔ ان کو یقین تھا کہ حکومت سے بغاوت کے جرم میں پھانسی کی سزا ہونے والی ہے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ ان رفقاء کی گرفتاری کی وجہ سے بہت متفکر اور غمگین رہتے تھے۔ تین سال قید میں رکھ کر تحقیق وتفتیش کے باوجود جرم ثابت نہیں ہو سکا تو باعزت بری کر دیے گئے اور ماہ جون 1920 میں ہندوستان واپس ہوگئے چند ہی ماہ بعد اسی سال کے آخر میں حضرت شیخ الہند کی وفات ہوگئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

ریشمی رومال خط کے پکڑے جانے پر پوری تحریک کا پردہ فاش ہو گیا لیکن حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا یہ جواب کہ مجھ کو علم نہیں اور نہ ہی میں نے اس خط کو لکھا ہے۔ سو فیصدی حقیقت پر مبنی تھا اگرچہ وہ خط مولانا عبید اللہ سندھی ؒ نے حضرت ہی کے نام لکھا تھا جس میں حملہ اور بغاوت کی تفصیلات اور اندرون ملک عہدیداروں کے نام درج تھے۔ اسے عربی رسم الخط میں کشیدہ کاری کے طریقہ پر زرد رنگ کے ریشمی رومال پر اس طرح لکھ دیا گیا تھا کہ آسانی سے پڑھا نہ جا سکے۔ مولانا محمد میاں صاحب کے حوالہ کیا گیا تھا کہ وہ مولانا عبد الرحیم صاحب سندھی تک پہنچا دیں اور

Scanned by CamScanner

وہ اسے مکہ مکرمہ میں مقیم حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کو خفیہ طریقہ پر پہنچادیں، لیکن وہ خط جولائی ۱۹۱۶ء کو لکھا ہوا اگست کے مہینہ میں ملتان ڈویژن کے کمشنر کے ہاتھ لگ گیا اور فوراً خفیہ ایجنسی تک پہنچادیا گیا اگرچہ تحریک کی تفصیلات حکومت کے علم میں تھیں، لیکن یہ پہلا تحریری ٹھوس ثبوت تھا جو پوری تحریک کو ختم کردینے کے لئے اور کچلنے کیلئے ہتھیار کے طور پر استعمال کیا گیا۔ اس وقت تک مکہ مکرمہ میں ترکی حکومت کے خلاف فتوی پر دستخط نہ کرنے کے بہانے شریف مکہ نے حضرت شیخ الہند کو گرفتار کرکے انگریزی حکومت کے حوالہ کردیا تھا۔ یہ تو بعد میں پتہ چلا کہ گرفتاری تحریک کے سلسلے میں اقبالِ جرم اور نتیجہ پھانسی کی سزا دینے کے مقصد سے کی گئی تھی جیسا کہ مذکورہ بالا سوال وجواب سے واضح ہے۔

ریشمی رومال کے ہاتھ لگنے پر ملکہ وکٹوریہ حکومت نے ایک اعلی سطحی چھ نفری کمیٹی تشکیل دی جو فاضل ججوں اور حکومتی اہلکاروں پر مشتمل تھی ملکہ کے درباری جج اور معتمد خاص ایس اے آئی رولٹ کو اس کا صدر بنایا گیا۔ ۱۹۹۸ء سے اس کمیٹی نے کام کرنا شروع کیا اور ۱۵۰ صفحات پر رپورٹ مرتب کی اس کے پیرا ۱۴۶ میں مولانا عبیداللہ سندھی کی سرگرمیوں کا مکمل تذکرہ کیا گیا ہے اور رپورٹ کا عنوان ریشمی خط سازش رکھا گیا اس طرح شیخ الہند کی انتہائی منظم اور خفیہ تحریک کا حکومت کی سطح پر مکمل ریکارڈ مرتب ہوا اب اسے جہاد کہئے یا ظالم انگریزی حکومت کا تختہ الٹنے کے لئے منصوبہ بند جنگ کی تیاری کا نام دیجئے۔ فرعون سے سوگنا بڑی طاقت سے ٹکر لینے کا ایک مردِ مومن کا عزم اور حوصلہ سمجھئے بہرحال تاریخ نے اسے ریشمی رومال تحریک کا نام دیدیا ہے۔ حضرت شیخ الہندؒ نے اپنی گرفتاری کے بعد جب اس سے اپنی مکمل بے تعلقی کا اظہار کردیا تو اسے اپنی آخرت کا بہت بڑا ذخیرہ بنالیا۔ دنیا سے کیا لینا دینا۔

اگرچہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ گرفتاری کے بعد اس بے مثال تحریک کے دنیوی عواقب اور نتائج سے بظاہر مکمل کنارہ کش ہوچکے تھے لیکن رہائی کے بعد جب جون ۱۹۲۰ء میں وطن عزیز ہندوستان واپسی ہوئی تو ایک دوسرا ہی عظیم منصوبہ آپ کے دل کی گہرائیوں میں موجیں مار رہا تھا آپ عمر کے بالکل آخری مرحلہ میں تھے لاغر کیف اور انتہائی کمزور، لیکن ممبئی پہنچتے پر آپ نے تحریک خلافت کے ذمہ داروں کے سامنے منصوبے کا ابتدائی خاکہ پیش کیا اور انتقال سے ایک ہفتہ قبل دہلی میں جمعیۃ علماء کے اولین صدارتی خطبے میں اسے ایک مستحکم رخ دیدیا۔ جنگ آزادی کا آخری مرحلہ یہیں سے شروع ہوتا ہے جس نے انگریز کی ظالم وجابر حکومت کو ہندوستان چھوڑنے پر مجبور کردیا۔

مالٹا کی جیل میں تین سالہ قید کے دوران آپ کو بہت اذیتیں دی گئیں تاکہ آپ کا عزم ٹوٹ جائے اور آپ اقبال جرم کرلیں اور رہائی کے بعد حکومت نے پورا زور اس پر لگایا کہ آپ سیاست سے مکمل کنارہ کشی اختیار کریں اور دیوبند میں گوشہ اختیار فرمائیں۔ لیکن ممبئی پہنچ کر جہاں

Scanned by CamScanner

خلافت کمیٹی کے تمام اہم ذمہ داران اپنے اہم اجلاس میں شرکت کی غرض سے آئے ہوئے تھے' ان کی درخواست پر حضرت نے ان سے خطاب کیا اس میں مولانا محمد علی جوہر اور موہن داس کرمچند گاندھی بھی شریک تھے' حضرت شیخ الہند کے خطاب کا محور چار اہم بنیادی نکات تھے۔

(۱) حکومتی اعزازات اور القاب واپس کردیئے جائیں (۲) حکومت کی کسی نئی کونسل یا کمیٹی میں شرکت نہ کی جائے۔(۳) وہی اشیاء استعمال کی جائیں جو ملک میں تیار کی گئی ہوں۔ (۴) انگریز کے اسکول اور کالجوں میں بچوں کا داخلہ نہ کرایا جائے انہیں چار نکات کی بنیاد پر ماہِ جولائی ۱۹۲۰ء میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ترکِ موالات کا فتوی جاری کردیا۔ آگے چل کر جمعیۃ علماء ہند نے ۴۷۴ چوٹی کے علماء کی تصدیق دستخط کے ساتھ شائع کردیا اور اس نے ملک بھر میں آزادی کی روح پھونک دی۔ ۲۹/اکتوبر کو احباب کے سختی سے منع کرنے کے باوجود آپ علی گڑھ تشریف لے گئے اور ترکِ موالات کے ایک اہم جز کے طور پر جامعہ اسلامیہ کی بنیاد رکھی اپنے صدارتی خطاب میں آپ نے اعلیٰ درجہ کی عصری تعلیم کے ساتھ اسلامی معاشرت اور تربیت پر زور دیا۔ ۱۹/۲۱/نومبر کو دہلی میں جمعیۃ علماء کے اولین صدر بنائے جانے کے بعد اپنے کلیدی خطاب میں مذہب کی بنیاد پر متفرق اختلافات اور منافرت کو چھوڑ کر آپس میں متحد ہوکر پرامن طریقہ پر انگریز کے خلاف مشترکہ جدوجہد کی پالیسی پیش کی۔ انہیں بنیادوں پر انڈین نیشنل کانگریس اور جمعیۃ علماء ہند نے ایک دوسرے کے ساتھ مل کر دوبدوش جنگ آزادی میں حصہ لیا اور ملک آزاد ہوا۔

حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ دارالعلوم دیوبند کے اولین طالب علم تھے۔ ۱۸۷۲ء میں صحاح ستہ پڑھنے کے بعد فراغت حاصل کی۔ دستار بندی کے بعد شوری نے آپ کو مدرس بنایا۔ دس ہی سال کے عرصہ میں آپ صدرالمدرسین بنائے گئے۔ چالیس برس پوری یکسوئی اور انہماک کے ساتھ خدمت تدریس میں لگے رہے۔

بخاری شریف اور ترمذی آپ کے زیرتدریس تھی حضرت مولانا اشرف علی تھانوی' مولانا محمد انور شاہ صاحب کشمیری' علامہ شبیر احمد عثانی صاحب' مولانا خلیل احمد سہارنپوری' مفتی کفایت اللہ صاحب' جیسی نابغہ روزگار شخصیتیں آسمانِ علم کے آفتاب ومہتاب سب آپ ہی کے شاگرد اور تلامذہ تھے۔ رنگون سے لے کر کابل تک سینکڑوں طلبہ آپ سے فیض یاب ہوئے ۔ لیکن یہ انتہائی تعجب اور حیرت کی بات ہے کہ نہایت بلند پایہ محقق اور بے مثال عالم اور صاحب تصنیف محدث وفقیہ پوری خاموشی کے ساتھ دنیا کی سب سے بڑی طاقتور حکومت کے خلاف بغاوت' بیرون سے اس پر حملے اور ہندوستان سے نکال باہر کرنے کا منصوبہ کیسے تیار کیا اور آخری مرحلے تک کی پوری تیاری کیسے کرلی؟ دوسری جنگ عظیم میں ترک اور جرمنی کے خلاف انگلستان کی مدد کو روس اور امریکہ نہ آتے تو حضرت ؒ کی اپنے مقصد میں کامیابی کے امکانات بالکل روشن تھے۔

Scanned by CamScanner

مولانا عبیداللہ سندھی کو کابل بھیج کر ایک خارجی عبوری حکومت بھی بنالی تھی قبائلی لوگوں پر مشتمل مجاہدین کی پوری فوج تیار تھی' باہر سے حملے کے موقعہ پر اندرون ملک اہم شہروں میں بغاوت کی تیاریاں مکمل ہوچکی تھیں' ترکی حکومت کی حمایت بھی حاصل ہوگئی تھی۔ اور سارا کام انتہائی رازداری کے ساتھ انجام پایا۔ حج سے فراغت کے بعد جنگ شروع کرنے کے لئے استنبول اور یاغستان کے راستہ سے آپ کو کابل پہونچنا تھا کہ آپ گرفتار کر لئے گئے۔ ۱۹۱۵ء میں دیوبند سے حجاز روانگی کے وقت ہی آپ کے خلاف گرفتاری کے وارنٹ جاری ہو گئے تھے لیکن دو حج کرنے کے بعد ۱۹۱۷ء میں ہی حجاز میں گرفتاری عمل میں آئی۔

۱۸۵۷ء میں شاملی کے میدان میں انگریز کے خلاف جہاد میں ناکامی کے دس سال بعد ہی حاجی امداداللہ صاحب' مولانا محمد قاسم نانوتوی' اور مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے مشورہ سے دارالعلوم دیوبند قائم کیا تھا۔ یہ صرف ایک تعلیمی ادارہ اور درسگاہ نہیں تھی بلکہ حفاظت دین کی ایک تحریک تھی اپنے ان شیوخ اور اساتذہ سے حضرت شیخ الہند نے ہی سبق سیکھا تھا۔ جب انگریز نے ہندوستان میں اسلامی حکومت' دینی مدارس نظام قضاء کو تباہ و برباد کر دیا' الحاد بے دینی' بے حیائی' ظلم و ستم اور عیسائیت کو پھیلانے کی کوشش شروع کر دی۔ ہندوستان کی دولت کو لوٹ کر خلافتِ عثمانیہ کی ترکی حکومت پر حملے شروع کر دیئے۔ مصر اور بلقان کے علاقے چھین لئے تو حضرت شیخ الہند بہت بے چین اور پریشان رہنے لگے جنگ میں ترکی کی مالی مدد کے لئے چندہ اکٹھا کیا۔ طلبہ کے وفود بھیجے اور بڑی رقم حکومت ترکی تک پہنچائی تو حکومت کی نگاہ میں آگئے۔ آپ نے سرحدی علاقہ سے اپنے شاگرد مولانا عبیداللہ سندھی کو دیوبند طلب کیا اور دارالعلوم سے ہٹ کر کام کرنے کا منصوبہ بنایا۔ ۱۹۰۸ء میں ثمرۃ التربیت کو پھر سے زندہ کیا۔ ۱۹۱۱ء میں فارغین کو لے کر جمعیۃ الانصار بنائی۔ اس سال جلسہ دستار بندی میں تیس ہزار لوگوں نے شرکت کی اور منصوبہ پر عمل درآمد کے امکانات روشن نظر آئے کئی اہم اجلاس ہوئے اور جب خطرہ محسوس ہونے لگا تو آپ نے مولانا عبیداللہ سندھی کو دہلی بھیج دیا۔ وہاں آپ نے مسجد فتح پوری میں نظارۃ المعارف القرآنیہ قائم کیا۔ مولانا ابوالکلام آزاد' حکیم اجمل خان' سیف الدین کچلو وغیرہ قریب ہو گئے۔ پھر فوجی تیاری اور غیر ملکوں سے تعاون حاصل کرنے کیلئے مولانا عبیداللہ سندھی کو سرحد کے آزاد علاقے اور کابل بھجوا دیا یہی تحریک کا پس منظر تھا۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ شاہ عبدالعزیز' سید احمد شہید بریلوی رحمۃ اللہ علیہ' مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ' کے بعد ہندوستان کی جنگ آزادی کی درمیانی کڑی حضرت شیخ الہندؒ کی عظیم المرتبت ہستی اور بابرکت ذات ہے' آپ کی ۷۰ ستر سالہ زندگی کا مطالعہ اور تمام گوشوں کی تحقیق ہنوز تشنہ طلب ہے آپ کی مجاہدانہ زندگی کا ایک روشن باب دارالعلوم دیوبند کی عالمی شہرت ہے' تو دوسرا روشن باب تحریک آزادی اور جمعیۃ علماء ہند ہے' انہی دو بابوں کو مربوط کرنے والی چیز ریشمی رومال کی تحریک ہے۔

Scanned by CamScanner